مذاکرۂ علمیہ

مسئلہ جبر و قدر

(۴)

مذہب جبر دوسری طرف جبریہ ہیں جو کہتے ہیں کہ وجود میں کوئی چیز اللہ کے ارادے کے بغیر داخل نہیں ہوتی۔ عام اس سے کہ وہ اشیاء کی ذوات ہوں یا ان کی صفات۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ کائنات میں ہر ہر ذرہ کی حرکت اللہ کی قضاء و قدر کے تحت واقع ہوتی ہے، وجود اور ایجاد میں اللہ کے سوا کوئی چیز تاثیر نہیں رکھتی۔ خلق اور ابداع میں اللہ کے ساتھ کوئی چیز شریک نہیں ہے۔ جو کچھ اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو اللہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ کوئی شئے اس کے حکم اور اس کی قضا کے خلاف بال برابر حرکت نہیں کر سکتی۔ اس کے افعال پر حسن یا قبح کا حکم لگانا عقل کے امکان میں نہیں ہے۔ اس سے جو کچھ صادر ہوتا ہے بہتر ہی ہوتا ہے۔ دنیا میں ہم جن حوادث کے صدور کو اسباب کے تحت مشاہدہ کرتے ہیں، وہ محض ظاہر کے لحاظ سے ایسے ہیں۔ ورنہ حقیقتاً سب کا صدور اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے، اور تمام ارضی و سماوی حوادث کا فاعل حقیقی وہی ہے۔

اس اصل سے متعدد فرعی اعتقادات نکلے ہیں جہم بن صفوان اور شیبان بن سلمہ خارجی کا مذہب یہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے۔ نہ وہ ارادہ رکھتا ہے۔ اور نہ اختیار، اللہ تعالیٰ جس طرح جمادات، نباتات اور دوسری چیزوں میں افعال پیدا کرتا ہے اسی طرح انسان میں بھی پیدا کرتا ہے انسان کی طرف ان کی نسبت محض مجازی ہے۔ رہا ثواب و عقاب تو جس طرح افعال جبری ہیں اسی طرح وہ بھی جبری ہے۔ یعنی جس طرح جبر کی بنا پر انسان اچھے اور برے افعال کرتا ہے اسی طرح جبرا ہی

کی بنا پر اسے جزا اور سزا بھی دی جاتی ہے۔ یہ خالص جبریت ہے جو معتزلہ کی خالص قدریت کے مقابلہ میں ہے۔

ایک دوسری جماعت جس میں حسین النجار، بشر بن غیاث المریسی، ضرار بن عمرو، حفص الفرد، ابو عبداللہ محمد بن کرام، شعیب بن محمد الخارجی اور عبداللہ بن اباض صاحب اباضیہ وغیرہ شامل ہیں خدا کو انسان کے تمام اچھے اور برے اعمال کا خالق تو قرار دیتی ہے، مگر اس کی رائے میں بندوں کو ایک قدرت و ارادۂ حادثہ بھی حاصل ہے جو ان افعال میں ایک طرح کی تاثیر رکھتی ہے۔ اس کا نام انہوں نے "کسب" رکھا ہے۔ اور یہی کسب، ثواب و عقاب کے مقابل اور اوامر و نواہی کی تکلیف کا مورد ہے۔

امام ابوالحسن اشعری نے انسان کے "کسب" کو تسلیم کیا اور اس کے لئے قدرت حادثہ بھی ثابت کی مگر اس قدرت کی تاثیر سے انکار کر دیا۔ یعنی ان کے نزدیک اللہ اپنے بندے سے جس فعل کے صدور کا ارادہ کرتا ہے، وہ بندہ کی قدرتِ حادثہ کے تحت صادر ہو جاتا ہے لیکن یہ قدرت محض ایک آلہ ہے ارادۂ الٰہی کے فعل میں آنے کا۔ ورنہ حقیقتہً خود اس قدرت میں کوئی تاثیر نہیں ہے جو فعل کے وجود میں آنے کی علت ہو۔

قاضی ابوبکر باقلانی نے اس سے تھوڑا سا اختلاف کیا ہے۔ ان کی رائے میں انسان کے ہر فعل کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت اس کے نفس فعل ہونے کی ہے بلا اعتبار حسن و قبح وخیر و شر، اور دوسری جہت اس کے طاعت اور معصیت ہونے کی ہے۔ مثلاً نماز اور روزہ۔ کہ اس میں ایک جہت تو یہ ہے کہ وہ نفس قیام اور قعود اور ترک غذا اور ترک مباشرت ہے۔ اور دوسری جہت یہ ہے کہ وہ عبادت اور طاعت ہے۔ ان میں سے پہلی جہت باری تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اور دوسری جہت بندہ کی طرف یہی دوسری جہت ہے جو فعل کے ساتھ قدرت حادثہ کے تعلق سے حاصل ہوتی ہے۔ اور ان میں یقیناً بندے کی قدرت تاثیر رکھتی ہے

اور اسی پر جزا و سزا مترتب ہوتی ہے۔

استاذ ابو اسحٰق اسفرائینی نے اس مسلک سے بھی اختلاف کیا ہے۔ ان کے نزدیک ذاتِ فعل اور اس کی صفات (یعنی حسن وقبح) دونوں معاً، بندے اور خدا دونوں کی قدرت کے تحت حاصل ہوتے ہیں۔

امام الحرمین نے ان تینوں کے مذہب کو رد کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے بندے میں قدرت اور ارادہ پیدا کیا ہے۔ پھر اسی قدرت اور ارادہ سے بندے کے مقدورات اور مرادات حاصل ہوتے ہیں۔

آخر میں امام رازی آتے ہیں جو مذہب جبر کے پر زور وکیل ہیں۔ وہ بندہ کی قدرت کے لئے کسی قسم کی تاثیر تسلیم نہیں کرتے "کسب" کو ایک اسم بلا مسمیٰ سمجھتے ہیں۔ خدا کو بندوں کے تمام اعمال کا خالق قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ کفر اور ایمان، طاعت اور معصیت، ہدایت اور ضلالت، سب کچھ خدا ہی اپنے بندوں میں پیدا کرتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ ممکن نہیں ہے کہ خدا کسی سے کفر کے صدور کا ارادہ کرے اور وہ مومن ہو جائے۔ خدا کے علم میں کوئی شخص مومن ہو اور وہ کافر ہو جائے۔ خدا نے کسی میں طاعت پیدا کی ہو اور وہ اس کے خلاف عاصی ہو جائے۔ رہا یہ سوال کہ جب ان سب چیزوں کا فیصلہ پہلے سے ہو چکا ہے، اور بندوں میں اس کے خلاف چلنے کی طاقت نہیں ہے تو پھر اوامر و نواہی کی تکلیف کیونکر جائز اور معقول ہو سکتی ہے؟ تو اس کا جواب امام صاحب یہ دیتے ہیں کہ خدا کے لئے تکلیف مالایطاق جائز ہے۔ اور اس کے کاموں میں کیوں اور کس لئے کا سوال نہیں ہو سکتا۔

بہرحال اشاعرہ اور ان کے ہم خیال حضرات، خواہ کسب کے قائل ہوں یا نہ ہوں، اور قدرت حادثہ کے لئے کسی قسم کی تاثیر مانتے ہوں یا نہ مانتے ہوں۔ ان کے احتجاج کا منطقی نتیجہ خالص جبر ہی ہے

کیونکہ جب خدا اپنے بندوں کا خالق ہے اور اسی نے ان سے اچھے اور برے اعمال کے صدور کا ارادہ کیا ہے تو دو صورتوں میں سے ایک صورت ضرور ہوگی۔ یا تو بندہ میں قضاء الٰہی کے خلاف عمل کرنے کی قوت ہوگی یا نہ ہوگی۔ بصورتِ اول بندے کی قدرت اور اس کے ارادہ کا خدا کی قدرت اور اس کے ارادہ پر غالب آجانا لازم آتا ہے جو بالاتفاق باطل ہے۔ بصورتِ دوم خدا کی قدرت کے آگے بندے کی قدرت کا بے اثر اور خدا کے ارادہ کے سامنے بندے کے ارادہ کا بے چارہ ہونا لازم آتا ہے، جس کے بعد کسب اور قدرتِ حادثہ کا عدم اور وجود برابر ہے۔ یہی خالص جبریت ہے، اور یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ جبریت کے مقدمات کو تسلیم کر لینے کے بعد کوئی شخص عقیدۂ جبر کی انتہا کو پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بیچ میں کسی مقام پر ٹھیر جانا اس کے لئے ممکن نہیں ہے [1]

[1] بالکل یہی حال مسیحی متکلمین کا بھی ہے۔ ان کے ایک بڑے گروہ کے عقائد اس باب میں وہی ہیں جو اشاعرہ کے ہیں۔ سینٹ آگسٹائن (St. Augustine) نے جبریت خالصہ سے بچنے کی بہت کوشش کی ہے، مگر خدا کو فاعل حقیقی اور انسان کو محض ایک منفعل ہستی مان لینے کے بعد وہ اپنے مذہب کو خالص جبریت سے نہیں بچا سکا۔ اسکوٹس اریجنا (Scotus Erigona) جو مدرسیت (Scholasticism) کا بانی اول ہے، خدا کے فاعل اعمالِ عباد ہونے میں انتہا درجہ کا غلو کرتا ہے۔ اس کے نزدیک خدا تمام کائنات کی روح ہے، اور وہ خدا ہی ہے، جو زندگی، قوت، نور، عقل بن کر موجوداتِ عالم میں اپنے کرشمے دکھا رہا ہے۔ سینٹ آنسلم (St. Anselmus) عام مسیحی اعتقاد کے مطابق انسان کے پیدائشی گناہ اور پھر خدا کے مسیح کی شکل میں نزول کرنے اور انسان کے گناہ کا کفارہ بننے کا قائل ہے، اور ظاہر ہے کہ اس اعتقاد میں جبر کے سوا کسی اور چیز کی گنجایش ہی نہیں ہے۔ ابیلارڈ (Abelard) اور سینٹ ٹامس اکون (St. Thomas of Aquin) دونوں ارادۂ الٰہی کو وجوبی و جبری قرار دیتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک خدا ہی بندوں کے تمام اعمال کا خالق ہے۔ بلکہ موخر الذکر نے تو اشاعرہ کی طرح تکلیف مالا یطاق کے جواز کا عقیدہ بھی اخذ کر لیا ہے۔ ممتاز مدرسین میں صرف ایک ڈونس اسکوٹس (Duns Scotus) ایسا شخص ہے جس نے معتزلہ کی طرح قدریت کا مذہب اختیار کیا ہے۔ اس کے نزدیک انسان کو ارادہ کرنے یا نہ کرنے اور اپنے ارادہ کو فعل میں لانے یا نہ لانے کا پورا اختیار حاصل ہے، اور خدا کی قدرت انسان کی آزادیِ اختیار میں مانع نہیں ہے۔

قرآن مجید سے جبریہ کا استدلال

لطف یہ ہے کہ جبریہ بھی اپنے مذہب کے حق میں قرآن مجید ہی سے ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اور ایک دو نہیں سینکڑوں آیتیں ایسی پیش کر دیتے ہیں جو قدرت کی مخالفت اور جبریت کی زبردست مؤید ہیں۔ مثلاً۔

وہ آیات جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام قوت کا مالک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کا خالق ہے دنیا میں اس کے اذن کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ــ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ــ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ــ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ــ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ــ

وہ آیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر واقعہ کے متعلق خدا کا فیصلہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے، اور دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اسی فیصلہ کے مطابق ہوتا ہے۔ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ، وَمَا يُعَمَّرُ مِن مُّعَمَّرٍ وَلَا يُنقَصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ ــ وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ ــ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ ــ مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا ــ

وہ آیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے ہر چیز کے لئے ایک تقدیر مقرر کر دی ہے، رزق، عزت و ذلت، راحت و مصیبت، موت و حیات، سب اسی تقدیر کے مطابق ہیں اس میں کمی و بیشی ممکن نہیں ہے۔ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ــ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ــ وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ــ وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ ــ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ ــ

لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔

وہ آیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بندے کی مشیت خدا کی مشیت کے تابع ہے بندے کو کچھ اختیار نہیں سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے۔ انسان اپنی تدبیر سے خدا کے فیصلوں کو بدلنے کی قوت نہیں رکھتا۔ وَمَا تَشَآؤُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ۔ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ۔ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۔ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَّلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا۔

وہ آیات جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہدایت اور ضلالت کا سر رشتہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ۔ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا۔ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ۔ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۔

وہ آیات جن میں کہا گیا ہے کہ خدا کی مشیت ہی یہ نہ تھی کہ سب لوگ ایمان لے آئیں اور اختلاف نہ کریں ، ورنہ خدا چاہتا تو سب ایمان لے آتے اور دین کے معاملہ میں کوئی جھگڑا باقی

ربنا۔ ولو شاء اللہ ما اقتتلوا ولکن اللہ یفعل ما یرید ـــ ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلھم جمیعا، افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین وما کان لنفس ان تؤمن باذن اللہ ـــ اس ضمن میں وہ آیات بھی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ بہت سے لوگ دوزخ ہی کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔ مثلاً ولقد ذرأنا لجھنم کثیرا من الجن والانس۔

وہ آیات جن میں بتایا گیا ہے کہ خدا نے کافروں اور منافقوں کو ایمان اور حسن عمل سے روک دیا ہے، اور ایسے لوگ راہ راست پر آ ہی نہیں سکتے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ وہ اوامر و نواہی کے لئے مکلف قرار دیئے گئے ہیں اور سرتابی و سرکشی کے عوض انکو عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم ـــ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ـــ وجعلنا علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی آذانھم وقرا ـــ ولکن کرہ اللہ انبعاثھم فثبطھم ـــ ونطبع علی قلوبھم فھم لا یسمعون۔

وہ آیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کو جن برے اعمال کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں مبتلائے عذاب کیا جاتا ہے۔ وہ خدا ہی کے حکم اور ارادے کے تحت ان سے سرزد ہوتے ہیں۔ واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا ـــ وکذلک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیھا لیمکروا فیھا ـــ زینا لھم اعمالھم فھم یعمھون ـــ ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ۔

وہ آیات جن میں بتایا گیا ہے کہ خدا ہی نے ان شیطانی ہستیوں کو انسان پر مسلط کیا ہے جو اس کو بہکاتی رہتی ہیں۔ الم تر انا ارسلنا الشیاطین علی الکافرین تؤزھم ازا۔ وجعلنا

اَئِمَّۃً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ — وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ

متکلمین کی ناکامی متکلمین اسلام کے ان دونوں گروہوں کی تقریریں دیکھنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مسئلۂ جبر و قدر کو حل کرنے میں دونوں کو ناکامی ہوئی ہے مگر اس ناکامی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ انہوں نے قرآن سے ہدایت حاصل کرنی چاہی تھی اور قرآن نے انکی ہدایت نہیں کی بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن سے استفسار کرنے کے بجائے فلسفیانہ طریق پر فکر کی اور دو متخالف پہلوؤں میں سے ایک پہلو اختیار کر لیا پھر اپنے اعتقاد کی تائید میں دلائل ڈھونڈھنے کے لئے قرآن مجید پر نگاہ ڈالی جو آیات اپنے موافق مطلب نظر آئیں ان کو لے لیا، اور جو آیات اپنے اعتقاد کے خلاف نظر آئیں ان کو تاویل کے خراد پر چڑھا دیا۔ دونوں فریقوں کی جانب سے جو آیات پیش کی گئی ہیں ان کو آپ نے دیکھ لیا۔ بعض آیات صریح قدر کا حکم لگاتی ہیں جن سے جبر کا پہلو نکالنا ممکن نہیں ہے اگر جبریہ پھر بھی ان کی تاویل کرتے ہیں اور ایسے معنی پہناتے ہیں جن کو عقل سلیم کسی طرح قبول نہیں کرتی۔ یہی حال قدریہ کا ہے۔ وہ جبر کا صریح حکم لگانے والی آیات کو قدر کے مطلب پر ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس میں ان کو یہ بھی خیال نہیں رہتا کہ آیت کے الفاظ کیا کہہ رہے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر گروہ کی بحثوں سے صرف وہی شخص مطمئن ہو سکتا ہے جو پہلے سے ایک اعتقاد قائم کر چکا ہو اور قرآن مجید سے صرف اس کی تائید چاہتا ہو۔ رہا وہ شخص جس نے خود پہلے سے کوئی رائے قائم نہ کی ہو، اور جس کی خواہش یہ ہو کہ قرآن حکیم کے مطالعہ سے کسی نتیجہ تک پہنچے تو وہ جبریہ اور قدریہ کی بحثوں کو پڑھ کر ہرگز مطمئن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کچھ عجب نہیں کہ وہ خود قرآن مجید ہی کی طرف سے بدعقیدہ ہو جائے۔ اس لئے کہ جس طرح دونوں فریقوں نے آیات قرآنی کو لے کر ان سے دو بالکل متخالف عقیدوں پر استدلال کیا ہے، اس کو دیکھ کر ایک ناواقف آدمی اس بدگمانی سے محفوظ نہیں رہ سکتا کہ قرآن مجید کے بیانات میں معاذاللہ تناقض و تعارض ہے۔ (باقی)